معرکۂ فرعون و کلیم

ڈاکٹر سلیم خان

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن حکیم میں فرعون اور اس کی قوم پر دنیا کے اندر لگا تار پانچ عذابوں کا ذکر فرمایا ہے اور ان کا ردعمل بھی بیان کیا ہے، جو ہمارے لیے سامانِ عبرت ہے۔

اس سلسلے کا آغاز جادوگروں کے مشرف بہ ایمان ہونے کے بعد سے ہوتا ہے جو بالآخر فرعون کے لشکر سمیت غرقابی پر تمام ہوتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: ''موسیٰؑ نے کہا: ''اے فرعون، میں کائنات کے مالک کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں۔ میرا منصب یہی ہے کہ اللہ کا نام لے کر کوئی بات حق کے سوا نہ کہوں'' (اعراف ۷:۱۰۳-۱۰۴)۔

● **فرعون کو دعوت اور حکمت**: سورۂ نازعات میں حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے دربار میں بھیجنے کا مقصد اس طرح بیان ہوا ہے: ''کیا تمھیں موسیٰؑ کے قصے کی خبر پہنچی ہے؟ جب اس کے ربّ نے اُسے طُویٰ کی مقدس وادی میں پکارا تھا کہ ''فرعون کے پاس جا، وہ سرکش ہوگیا ہے اور اس سے کہہ کیا تو اِس کے لیے تیار ہے کہ پاکیزگی اختیار کرے اور میں تیرے ربّ کی طرف تیری رہنمائی کروں تو (اُس کا) خوف تیرے اندر پیدا ہو؟'' (النزعٰت۷۹:۱۵-۱۹)۔ یہ دراصل دین اسلام کی بنیادی دعوت پیش کرنے کی تلقین تھی: ''اور پھر موسیٰؑ نے (فرعون کے پاس جا کر) اُس کو بڑی نشانی دکھائی'' (۷۹:۲۰)۔ فرعون نے اس دعوت کے ساتھ جو معاملہ کیا، اس بابت ارشادِ ربانی ہے: ''مگر اُس نے جھٹلا دیا اور نہ مانا، پھر چالبازیاں کرنے کے لیے پلٹا اور لوگوں کو جمع کر کے اس نے پکار کر کہا کہ میں تمھارا سب سے بڑا ربّ ہوں''۔ (۷۹:۲۱-۲۴)

سورۂ طٰہٰ میں حضرت موسیٰؑ کو یہ ہدایت کی گئی تھی: ''اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا، شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے''۔ پھر انھیں یہ حکم بھی دیا گیا تھا: ''جاؤ اس کے پاس اور کہو کہ

ہم تیرے ربّ کے فرستادے ہیں، بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کے لیے چھوڑ دے اوران کو تکلیف نہ دے۔ہم تیرے پاس تیرے ربّ کی نشانی لے کرآئے ہیں، اورسلامتی ہے اُس کے لیے جوراہِ راست کی پیروی کرے۔ ہم کووحی سے بتایا گیا ہے کہ عذاب ہے اُس کے لیے جوجھٹلائے اور منہ موڑے“۔اس تقریر کااختتام اس انذار پر ہوا کہ ڈراؤ تاکہ اس کا خوف اس کے اندر پیدا ہو۔

حضرت موسیٰؑ کی اس نہایت دل سوز دعوت کے جواب میں کیا جانے والا تمسخرآمیز سوال دیکھیں: ”فرعون نے کہا: ”اچھا، تو پھر تم دونوں کا ربّ کون ہے اے موسیٰؑ ؟“ حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا: ”ہمارا ربّ وہ ہے جس نے ہر چیز کو اُس کی ساخت بخشی، پھراس کو راستہ بتایا“۔ یہاں ربّ کائنات نے سرکش مخاطبین کا ردعمل اوران کے مقابلے میں اپنے برگزیدہ رسول کا اسوہ پیش فرمایا ہے۔ جہاں ایک طرف نفسِ مسئلہ کی جانب سے توجہ ہٹانے کی خاطر ”فرعون بولا: ”اور پہلے جونسلیں گزرچکی ہیں ان کی پھرکیا حالت تھی؟“ تو جواب میں نہایت خندہ پیشانی سے حضرت موسیٰؑ نے کہا: ”اُس کاعلم میرے ربّ کے پاس ایک نوشتے میں محفوظ ہے۔میرا ربّ نہ چُوکتا ہے نہ بھُولتا ہے“۔گویا دوسروں کے غیرضروری مسائل میں اپنے مخاطب کو الجھا کرراہِ فراراختیار کرنے کا کچھ حاصل نہیں ہے۔اس کے بجائے انسان کواپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہیے۔

یہ پیغمبرانہ بصیرت ہے کہ وہ اپنے مخاطب کے جال میں اُلجھنے کے بجائے اپنی دعوت کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں: ”وہی جس نے تمھارے لیے زمین کا فرش بچھایا، اوراُس میں تمھارے چلنے کو راستے بنائے، اوراوپر سے پانی برسایا، پھراُس کے ذریعے سے مختلف اقسام کی پیداوارنکالی۔کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چَراؤ۔ یقیناً اِس میں بہت سی نشانیاں ہیں عقل رکھنے والوں کے لیے“۔حضرت موسیٰؑ نے فرعون کی توجہ پاک پروردگار کے احسانات کی جانب مبذول کرائی کہ جن سے وہ اوراس کی قوم بہرہ مند ہورہی تھی، لیکن مسئلہ صرف اس دنیا کی زندگی تک محدودنہیں ہے۔ ربّ کائنات فرماتا ہے: ”اِسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے، اِسی میں ہم تمھیں واپس لے جائیں گے اوراسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے“۔

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پرفرعون کے انکار کا بیان ہے۔سورۂ قصص میں فرمانِ خداوندی ہے: ”اورفرعون نے کہا: ”اے اہل دربار، میں تو اپنے سوا تمھارے کسی خدا کو نہیں جانتا۔ ہامان،

ذرا اینٹیں پکوا کر میرے لیے ایک اونچی عمارت تو بنوا، شاید کہ اس پر چڑھ کر میں موسیٰؑ کے خدا کو دیکھ سکوں''۔فرعون کے انکار کی وجہ یہ تھی کہ: ''اُس نے اور اس کے لشکروں نے زمین میں بغیر کسی حق کے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اور سمجھے کہ انھیں کبھی ہماری طرف پلٹنا نہیں ہے''۔ پھر فرمایا: ''آخر کار ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور سمندر میں پھینک دیا۔ اب دیکھ لو کہ ان ظالموں کا کیسا انجام ہوا''۔ مزید فرمایا: ''ہم نے اِس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے روز وہ بڑی قباحت میں مبتلا ہوں گے''۔ قرآن حکیم کی اس آیت میں فرعون اور اس کی قوم پر دنیوی لعنت اور اُخروی قباحت کا الگ سے ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے جب مطالبہ کیا: ''میں تم لوگوں کے پاس تمھارے ربّ کی طرف سے صریح دلیلِ ماموریت لے کر آیا ہوں، لہٰذا تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے''۔ اس پر فرعون نے کہا: ''اگر تو کوئی نشانی لایا اور اپنے دعوے میں سچا ہے تو اسے پیش کر''۔ ربّ کائنات نے کلیم اللہ کو اس کے جواب سے لیس کر کے مبعوث فرمایا تھا، سو: ''موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا اور یکا یک وہ ایک جیتا جاگتا اژدہا تھا۔ اس نے اپنی بغل سے ہاتھ نکالا اور سب دیکھنے والوں کے سامنے وہ چمک رہا تھا''۔ قبطیوں نے اپنی فطرت کے مطابق سوال کیا اور اس کا قرار واقعی جواب مل گیا۔ ہونا تو چاہیے تھا کہ وہ سرِ تسلیم خم کر لیتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس پر فرعون کی قوم کے سرداروں نے آپس میں کہا کہ: ''یقیناً یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے''۔

اس بہتان تراشی کے بعد فرعون نے یہ بھی کہہ دیا کہ ''(یہ) تمھیں تمھاری زمین سے بے دخل کرنا چاہتا ہے، اب کہو کیا کہتے ہو؟'' اپنے فرماں روا کی خوش نودی کے لیے پھر اُن سب نے فرعون کو مشورہ دیا کہ اسے اور اس کے بھائی کو انتظار میں رکھیے اور تمام شہروں میں ہرکارے بھیج دیجیے کہ ہر ماہرفن جادوگر کو آپ کے پاس لے آئیں، چنانچہ جادوگر فرعون کے پاس آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مقابلے سے قبل جادوگروں کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کی ہے کہ اُنھوں نے پوچھا: ''اگر ہم غالب رہے تو ہمیں اس کا صلہ تو ضرور ملے گا؟'' فرعون نے جواب دیا: ''ہاں، اور تم مقرب بارگاہ ہو گے''۔ اس طرح گویا فرعون اور جادوگروں کے درمیان کھلے عام عہد و پیمان طے ہو گیا۔

● **جادوگروں سے مقابلہ اور اتمامِ حجت:** اس کا پس منظر، نوعیت اور تیاری کی

تفصیل سورۂ طٰہٰ میں بیان ہوئی ہے۔ فرعون کی پیش کش نے اسلام کی دعوت تمام لوگوں تک پہنچانے کا بہترین موقع اَز خود فراہم کر دیا۔ حضرت موسٰیؑ نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے کہا: ''تمھارے وعدے کا دن یومِ عید (سالانہ جشن کا دن) ہے اور یہ کہ (اس دن) سارے لوگ چاشت کے وقت جمع ہو جائیں''۔ فرعون اس پر راضی ہو گیا اور: ''پھر فرعون (مجلس سے) واپس مڑ گیا۔ سو اس نے اپنے مکر و فریب (کی تدبیروں) کو اکٹھا کیا پھر (مقررہ وقت پر) آ گیا''۔ گویا سارے لوگوں کے جمع کرنے کا پختہ اہتمام کر کے خود بھی حاضر ہو گیا۔

مقابلے سے قبل حضرت موسٰیؑ نے جس پُرزور انداز میں جادوگروں اور ان کے توسط سے وہاں موجود فرعون کی قوم کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی، وہ بھی ملاحظہ فرمائیں: ''موسٰیؑ نے ان سے فرمایا: تم پر افسوس (خبردار!) اللہ پر جھوٹا بہتان مت باندھنا ورنہ وہ تمھیں عذاب کے ذریعے تباہ و برباد کر دے گا اور واقعی وہ شخص نامراد ہوا جس نے (اللہ پر) بہتان باندھا''۔ یہ انذار ہے کہ جب حق سامنے آجائے گا تو اس سے رُوگردانی نہ کرنا کیونکہ اس سے قبل جب یہ معجزات فرعون اور اس کے درباریوں کے سامنے آئے تھے تو انھوں نے اسے جادو قرار دے کر جھٹلا دیا تھا۔ جادوگروں پر اس تنبیہ کا خاطر خواہ اثر پڑا اور فرعون سے انعام و اکرام کے خواہش مند لوگوں کے اندر اللہ کے عذاب کا جو خوف پیدا ہوا اس کی گواہی اس آیت میں ہے: ''چنانچہ وہ (جادوگر) اپنے معاملہ میں باہم جھگڑ پڑے اور چپکے چپکے سرگوشیاں کرنے لگے''۔

جادوگروں کے درمیان اختلاف رائے تو ہوا لیکن پھر بھی مقابلے کا جذبہ غالب رہا اور وہ کہنے لگے: ''یہ دونوں واقعی جادوگر ہیں۔ یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ تمھیں جادو کے ذریعے تمھاری سرزمین سے نکال باہر کریں اور تمھارے مثالی مذہب و ثقافت کو نابود کر دیں''۔ فرعون اور اس کے درباری جہاں بندگی (اطاعت) اور اقتدار کے حوالے سے فکرمند تھے وہیں جادوگروں نے دینِ حق کو اپنی تہذیب و ثقافت کی عظمت کے لیے بھی خطرہ محسوس کیا: ''اور: (باہم فیصلہ کیا) پس تم (جادو کی) اپنی ساری تدابیر جمع کر لو پھر قطار باندھ کر (اکٹھے ہی) میدان میں آجاؤ، اور آج کے دن وہی کامیاب رہے گا جو غالب آجائے گا''۔ اس اعلان سے قبل اگر وہ اپنی ناکامی کے امکان پر بھی غور کرتے تو اس سے باز رہتے۔ خیر مقابلے کے آغاز میں جادوگر بولے: ''موسٰیؑ، تم پھینکتے ہو یا پہلے ہم پھینکیں؟''

موسیٰؑ نے کہا: ''نہیں، تم ہی پھینکو''۔ یکایک اُن کی رسّیاں اور اُن کی لاٹھیاں اُن کے جادو کے زور سے موسیٰؑ کو دَوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں اور موسیٰؑ اپنے دل میں ڈر گیا''۔

● **جادوگروں کا ایمان لانا اور قوتِ ایمان**: یہ ایک فطری ردعمل تھا اور وہاں موجود سارے لوگ اس کیفیت سے گذر رہے ہوں گے ۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا: ''مت ڈر، تو ہی غالب رہے گا۔ پھینک جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے، ابھی اِن کی ساری بناوٹی چیزوں کو نگلے جاتا ہے یہ جو کچھ بنا کر لائے ہیں۔ یہ تو جادوگر کا فریب ہے، اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا، خواہ کسی شان سے وہ آئے بالآخر کو یہی ہوا''۔ اس ایمان افروز منظر کو دیکھ کر: '' سارے جادوگر سجدہ میں گر پڑے'' اور علی الاعلان شہادت علی الناس کا فریضہ انجام دیتے ہوئے بولے: ''ہم ہارونؑ اور موسیٰؑ کے ربّ پر ایمان لے آئے''۔ فرعون کا داؤ الٹ چکا تھا۔ سورۂ اعراف میں ہے کہ: ''اس طرح جو حق تھا وہ حق ثابت ہوا اور جو کچھ اُنھوں نے بنا رکھا تھا وہ باطل ہوکر رہ گیا۔ فرعون اور اس کے ساتھی میدانِ مقابلہ میں مغلوب ہوئے اور اُلٹے ذلیل ہو گئے''۔

جادوگر تو ایمان لے آئے مگر فرعون نے (ہٹ دھرمی دکھاتے ہوئے) کہا: ''تم ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمھیں اس کی اجازت دیتا؟''۔ فرعون کا جادوگروں سے یہ مطالبہ کہ تم نے میری اجازت کے بغیر دینِ حق کو قبول کرنے کی جرأت کیسے کی، روئے زمین پر بدترین جبر کی روایت ہے جو جمہوریت کے بلند بانگ دعووں کے باوجود ہنوز جاری وساری ہے۔

اس کے بعد فرعون نے ایک ناقابلِ یقین الزام لگا دیا: ''یہ تمھارا (جادوگروں کا) گُرو ہے جس نے تمھیں جادوگری سکھائی تھی''۔ یہ بہتان اس لیے احمقانہ تھا کہ جادوگروں کو بلانے کی تجویز سے لے کر اہتمام تک کی ساری مشق اس نے خود کی تھی۔ وہ ظالم حکمران یہیں نہیں رکا بلکہ دھونس دھمکی پر اُتر آیا اور بولا: ''اچھا، اب میں تمھارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹواتا ہوں اور کھجور کے تنوں پر تم کو سُولی دیتا ہوں۔ پھر تمھیں پتہ چل جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیر پا ہے (یعنی میں تمھیں زیادہ سخت سزا دے سکتا ہوں یا موسیٰؑ)''۔ فرعون اس معرفت سے بے بہرہ تھا کہ ایمان کی دولت کیا ہوتی ہے؟ اور ایمان والے کس قدر جری و بہادر ہوتے ہیں؟ اس لیے جادوگروں کے اس جواب نے اس کو حواس باختہ کر دیا: ''قسم ہے اُس ذات کی جس نے

ہمیں پیدا کیا ہے، یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ہم روشن نشانیاں سامنے آجانے کے بعد بھی (صداقت پر) تجھے ترجیح دیں، تُو جو کچھ کرنا چاہے کرلے۔ تُو زیادہ سے زیادہ بس اِسی دُنیا کی زندگی کا فیصلہ کرسکتا ہے''۔

یہ ایک ایسا موقع ہے کہ پوری قوم ایک میدان میں جمع ہے۔ ان کے سامنے فرعون کا پول کھل چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان جادوگروں کے ذریعے دین اسلام کی دعوت سب کے سامنے پہنچانے کا انتظام کرواچکا ہے۔ جادوگر شہادت دیتے ہیں: ''ہم تو اپنے ربّ پر ایمان لے آئے تاکہ وہ ہماری خطائیں معاف کر دے اور اس جادوگری سے، جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا، درگزر فرمائے۔ اللہ ہی اچھا ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے''۔ اس نازک ترین گھڑی میں جادوگروں نے جو ایمان افروز دعا کی سورۂ اعراف میں اسے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ: ''اے رب، ہم پر صبر کا فیضان کر اور ہمیں دنیا سے اٹھا تو اس حال میں کہ ہم تیرے فرماں بردار ہوں''۔ یہ عجیب وغریب منظر ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو زیر کرنے کے لیے ساحروں کو جمع کرنے کا منصوبہ فرعون نے بنایا۔ ان کو بصورتِ کامیابی اپنا مقرب بنانے کی پیش کش خود کی لیکن جب داؤ اُلٹ گیا اور وہ ایمان لے آئے تو ہاتھ پیر مخالف سمتوں سے کٹوا کر سولی چڑھانے کی دھمکی پر اتر آیا۔ اس کے باوجود جادوگروں کا صبر وثبات اور عزم وحوصلہ دیکھ کر فرعون کے درباری گھبرا گئے۔

مارے گھبراہٹ کے فرعون سے اُس کی قوم کے سرداروں نے کہا: ''کیا تو موسیٰؑ اور اُس کی قوم کو یونہی چھوڑ دے گا کہ ملک میں فساد پھیلائیں اور وہ تیری اور تیرے معبودوں کی بندگی چھوڑ بیٹھے؟''۔ یہاں پر مفسدین الٹا حضرت موسیٰؑ پر فساد پھیلانے کی تہمت باندھ رہے ہیں۔ اس سوال کا فرعون نے جواب دیا: ''میں اُن کے بیٹوں کو قتل کراؤں گا اور اُن کی عورتوں کو جیتا رہنے دوں گا۔ ہمارے اقتدار کی گرفت ان پر مضبوط ہے''۔ اس جواب میں فرعون اپنے حق بجانب ہونے کا جواز اقتدار کی مضبوطی کو قرار دیتا ہے، یعنی چونکہ وہ طاقت ور ہے اس لیے وہ ہر طرح کے ظلم و جبر پر قدرت رکھتا ہے۔ آج بھی دنیا بھر میں اس کے مناظر جابجا بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔

● **آزمایش اور حکمتِ دعوت:** فرعون کے ان مذموم ارادوں کا بنی اسرائیل پر کیا اثر ہوا ہوگا؟ اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ ان کا حوصلہ بلند کرنے کی خاطر: ''موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا: ''اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو''۔ اس مرحلے میں حضرت موسیٰؑ کی حکمت عملی اور ہمارے

موجودہ طریقۂ کار میں ایک واضح فرق قابلِ توجہ ہے۔ عصرِ حاضر میں ملت کے اوپر جب بھی کوئی آزمایش آتی ہے ہمارے علما اور دانش وَر موقع غنیمت جان کر اصلاح کا دفتر کھول دیتے ہیں۔ اصلاحِ حال، یعنی ملت کی خرابیوں اور کوتاہیوں کو دُور کرنے کی کوشش یقیناً بڑا کارِخیر ہے لیکن اس کا بھی موقع و محل ہوتا ہے۔ اس وقت بنی اسرائیل کے اندر بھی بے شمار خرابیاں تھیں لیکن فرعون کے مقابلے میں اوّلین ترجیح انھیں ظلم سے نجات دلانے کی تھی۔ اس لیے پہلے مرحلے میں حضرت موسیٰؑ کی تمام تر توجہات کا مرکز دعوت پہنچانا اور جبر کا استیصال رہا۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے صبر و ثبات کی تلقین کرنے کے بعد انھیں امید و حوصلہ دیتے ہوئے کہا: ''زمین اللہ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے''۔ یعنی بظاہر فرعون بہت طاقت ور ہے لیکن ربّ کائنات کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ دنیا مسبب الاسباب کی مرضی سے چل رہی ہے اور وہ کسی کو بھی اس کا وارث بنا سکتا ہے اور معزول کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ آگے یہ بھی فرمایا کہ دنیا کا اقتدار ہی اصل کامیابی نہیں ہے بلکہ ''آخری کامیابی انھی کے لیے ہے جو اُس (اللہ) سے ڈرتے ہوئے کام کریں''۔ یعنی خشیت اللہ اپنے دل میں پروان چڑھائیں، فرعون سے خوف زدہ نہ ہوں۔ سورۂ قصص میں یہی یقین ان الفاظ میں درج ہے: ''ہم تیرے بھائی کے ذریعے سے تیرا ہاتھ مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو ایسی سطوت بخشیں گے کہ وہ تمھارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ ہماری نشانیوں کے زور سے غلبہ تمھارا اور تمھارے پیروؤں کا ہی ہوگا''۔

ویسے یہ بشارت تو ہمارے لیے بھی ہے: ''دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو''۔ لیکن نہ جانے کیوں اس کو اکثر فراموش کر دیا جاتا ہے۔ اس وقت بنی اسرائیل کے حالات امت کی موجودہ حالت سے خاصے مماثل ہیں۔ اس لیے جب حضرت موسیٰؑ ان کا حوصلہ بڑھا رہے تھے تو جواب میں: ''اس کی قوم کے لوگوں نے کہا: ''تیرے آنے سے پہلے بھی ہم ستائے جاتے تھے اور اب تیرے آنے پر بھی ستائے جا رہے ہیں''۔ اس کڑوے کسیلے مایوس کن ردعمل کے باوجود حضرت موسیٰؑ نے نہایت شگفتگی سے جواب دیا: ''قریب ہے وہ وقت کہ تمھارا ربّ تمھارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو زمین میں خلیفہ بنائے، پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو''۔

آج بھی پریشان حال امت کو اسی طرح کی حوصلہ مند اور پُرامید قیادت درکار ہے جو

نہ صرف کامیابی کی نوید سنائے بلکہ اس کے مقصد سے بھی آگاہ کرے۔ اس کو بتائے کہ تمھیں اقتدار اس لیے نہیں دیا جائے گا کہ تم ان سے انتقام لو یا ان کی طرح ظلم و زیادتی اور عیش و طرب میں پڑ جاؤ بلکہ وہ بھی ایک آزمایش ہی ہوگی۔ اس کائنات میں جہاں انسانوں کی تخلیق کا مقصد ہی آزمایش ہے، اس کی نوعیت تو بدلتی ہے لیکن اس کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ کبھی اقتدار سے محروم کر کے تو کبھی نواز کر اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے بلکہ ہمیں دکھاتا ہے کہ ہم کیسا عمل کرتے ہیں؟ کوئی پہلی آزمایش میں ناکام ہوجاتا ہے تو کوئی دوسری میں۔ ویسے یہ دنیا ایسی سعید روحوں سے بھی خالی نہیں ہوتی کہ جو دونوں مراحل میں کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔ اس پس منظر میں فرعون کی قوم پر دُنیوی عذاب کا سلسلہ دراز کیا گیا۔

• **اہلِ فرعون پر مصائب و عذاب**: اس بابت حضرت موسیٰؑ کی یہ دعا ملاحظہ کیجیے:

''اے میرے رب! فرعون زمین میں بہت ہی سرکش ہوگیا ہے اور اس کی قوم نے عہد شکنی کی ہے، لہٰذا تو انھیں ایسے عذابوں میں گرفتار فرما لے جو ان کے لیے سزاوار ہو۔ اور میری قوم اور بعد والوں کے لیے عبرت ہو''۔ فرعونیوں پر جو مصائب مسلط کیے گئے ان میں بہ تدریج شدت آئی۔ سورۂ اعراف میں ہے: ''ہم نے فرعون کے لوگوں کو کئی سال تک قحط اور پیداوار کی کمی میں مبتلا رکھا کہ شاید ان کو ہوش آئے''۔ یہ پہلا اور ہلکا عذاب تھا: ''مگر اُن کا حال یہ تھا کہ جب اچھا زمانہ آتا تو کہتے کہ ہم اِسی کے مستحق ہیں، اور جب بُرا زمانہ آتا تو موسیٰؑ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے لیے فال بد ٹھیراتے''۔

اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ'' حالانکہ درحقیقت ان کی فالِ بد تو اللہ کے پاس تھی، مگر ان میں سے اکثر بے علم تھے''۔ وہ اس آسمانی مصیبت کا بہتان حضرت موسیٰؑ کے سحر پر منڈھتے ہوئے کہتے تھے: ''تُو ہمیں مسحور کرنے کے لیے خواہ کوئی نشانی لے آئے، ہم تو تیری بات ماننے والے نہیں ہیں''۔ یہ سراسر خود فراموشی اور ہٹ دھرمی تھی ورنہ سچ تو یہ ہے کہ سورۂ نمل میں ان کی اندرونی کیفیت اس طرح بیان ہوئی ہے: ''مگر جب ہماری کھلی کھلی نشانیاں اُن لوگوں کے سامنے آئیں تو انھوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔ انھوں نے سراسر ظلم اور غرور کی راہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ دل ان کے قائل ہو چکے تھے''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نشانیاں ان کے قلب و ذہن کو قائل کر چکی تھیں لیکن انا، رعونت یا دنیوی مفاد جیسی نفسانی کمزوریاں اعترافِ حق کی راہ میں حائل تھیں۔

دوسرے مرحلے میں پانچ قسم کے عذاب الگ الگ وقتوں میں آئے: ''آخر کار ہم نے

ان پر طوفان بھیجا، ٹڈی دل چھوڑے، سرسریاں پھیلائیں، مینڈک نکالے، اور خون برسایا۔ یہ سب نشانیاں الگ الگ کر کے دکھائیں، مگر وہ سرکشی کیے چلے گئے اور وہ بڑے ہی مجرم لوگ تھے''۔ طوفان سے مراد آسمان سے پانی اور اولے برسنا ہے۔ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اَبرآلود آسمان سے سبت کی شب زبردست برسات شروع ہوئی اور طوفان بپا ہوگیا۔ اس کی شدت کا یہ عالم تھا کہ کھیت کھلیان اور گھر سب ڈوب گئے، پانی گلے تک آ گیا۔ ایک ہفتہ قبطی اس مصیبت میں گرفتار رہے مگر بنی اسرائیل کو محفوظ رکھا گیا۔ اس مصیبت سے عاجز آ کر انھوں حضرت موسیٰؑ سے دعا کی درخواست کی۔ اس کا ذکر سورۂ اعراف میں ہے: ''جب کبھی اُن پر بلا نازل ہو جاتی تو کہتے: اے موسیٰؑ، تجھے اپنے ربّ کی طرف سے جو منصب حاصل ہے اس کی بنا پر ہمارے حق میں دعا کر''۔

یہاں پر معلوم ہوتا ہے کہ عذاب میں جب شدت آئی تو ان کا رویہ تبدیل ہوگیا اور انھوں نے حضرت موسیٰؑ سے رجوع کیا اور یہ وعدہ بھی کیا کہ ''اگر اب کے تُو ہم پر سے یہ بلا ٹلوا دے تو ہم تیری بات مان لیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے''۔ اس مصیبت کے باوجود وہ لوگ حضرت موسیٰؑ کی دعوت پر لبیک کہہ کر فرعون کا انکار اور اللہ کے اقرار پر تیار نہیں تھے بلکہ دوسرے درجے کے کم تر مطالبے، یعنی بنی اسرائیل کی رہائی کے تعلق سے نرم پڑے۔ ویسے یہ ان کا مستقل رویہ تھا کہ ہر مرتبہ بلا کے ٹل جانے پر وہ عہد شکنی کرتے۔ ''مگر جب ہم ان پر سے اپنا عذاب ایک وقت مقرر تک کے لیے، جس کو وہ بہرحال پہنچنے والے تھے، ہٹا لیتے تو وہ یکلخت اپنے عہد سے پھر جاتے''۔ لیکن طوفان تھم جانے کے بعد جب کھیت اور باغ سرسبز و شاداب ہوجاتے تو وہ اپنی مصیبت کو بھول کر اُلٹا طوفان کو نعمت قرار دینے لگے اور پھر سے ظلم و طغیان کی طرف لوٹ گئے۔

طوفان کے بعد والے مرحلے میں ان کی تیار فصلوں پر ٹڈی دل نے ہلہ بول دیا۔ اس سے پریشان ہوکر وہ دوبارہ حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے۔ آپ نے پھر سے دعا کی اور وہ عذاب بھی ٹل گیا تو وہ حسبِ سابق بدل گئے۔ اس کے بعد جو اناج رکھا گیا تھا اس میں گھن لگ گئی اور بالوں میں جوئیں آگئیں۔ اس قہرِ آسمانی سے بلبلا کر وہ حضرت موسیٰؑ کے حضور حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی اور وعدہ کیا مگر پھر وہی پرانی کہانی دُہرائی گئی۔ اس کے بعد مینڈک کا عذاب نازل ہوگیا۔ مینڈک اور قہر نے ان کا چین وسکون چھین لیا۔ ہر جگہ مینڈک ہی مینڈک۔ نہ سونے دیتے نہ

کھانے دیتے۔ کچھ بولنے کے لیے منہ کھولتے تو اُچھل کر اندر چلے جاتے۔ اس عذاب سے نجات کے لیے وہ روتے گڑگڑاتے حضرت موسیٰؑ کی بارگاہ میں دعا کرنے کی استدعا کے ساتھ حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کی بار بار عہدشکنی کے باوجود کبھی منع نہیں کیا اور دعا کرتے رہے۔ نہ تو رسول کا رویہ بدلہ اور نہ ان کی عہدشکنی میں تبدیلی واقع ہوئی یہاں تک کہ خون کے عذاب میں مبتلا کر دیے گئے۔

یہ عذاب کی ایک منفرد شکل تھی کہ قبطی برتن سے پانی نکالتے تو خون بن جاتا اور بنی اسرائیل کے لیے وہ صاف شفاف پانی ہی رہتا۔ اس طرح پانی کے باوجود وہ قطرے قطرے کے محتاج ہوگئے۔ حکایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ گنے وغیرہ کو چوستے تو اس کا رَس بھی خون بن جاتا۔ اس طرح پے درپے عذاب میں مبتلا ہونے اور نجات پانے کے باوجود جب ان لوگوں نے اپنی روش نہیں بدلی تو تیسرے مرحلے کا حتمی عذاب آیا۔ اس کے متعلق ارشادِ ربانی ہے: ''تب ہم نے اُن سے انتقام لیا اور انھیں سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ انھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور اُن سے بے پروا ہوگئے تھے''۔ یہ دنیا کا آخری عذاب ضرور ہے لیکن اصلی اور دائمی عذاب آخرت کا ہے۔

● **راہِ نجات صبر و استقامت**: فرعون کی غرقابی کے بعد بنی اسرائیل کو فرعونی تسلط سے نجات مل گئی۔ ارشادِ ربانی ہے: ''اور اُن (فرعونیوں) کی جگہ ہم (اللہ) نے اُن لوگوں (بنی اسرائیل) کو جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے، اُس سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا جسے ہم نے برکتوں سے مالا مال کیا تھا۔ اس طرح بنی اسرائیل کے حق میں تیرے ربّ کا وعدۂ خیر پورا ہوا کیونکہ اُنھوں نے صبر سے کام لیا تھا''۔ یہاں پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے وعدے کو پورا کرنے کو صبر و استقامت سے منسوب کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر امت مسلمہ اپنے آپ کو خالق کائنات کی بشارتوں کا مستحق بنانا چاہتی ہے تو اس کو بھی ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ عصرِ حاضر میں بھی دشمنانِ اسلام کی تباہی کا سبب وہی ہوگا جو فرعون کی غرقابی کا تھا۔ اس بارے میں ارشادِ ربانی ہے: ''اور فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ برباد کر دیا گیا جو وہ بناتے اور چڑھاتے تھے''۔ یعنی ان کی میخیں، طاقت، قوت، حشمت، جاہ وجلال کچھ بھی ان کے کسی کام نہیں آیا۔ دنیا کا سب ساز وسامان دھرا کا دھرا رہ گیا۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔ ارشاد ربانی ہے: ''یہ اللہ کی سنت ہے جو ایسے لوگوں کے معاملے میں پہلے سے چلی آرہی ہے، اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے''۔